

Comparison of sketch writing study between Razia Sajjad Zaheer and
Ismat Chughtai

رضیہ سجاد ظہیر اور عصمت چغتائی کی خاکہ نگاری کا موازنہ

Ayaz Ali Jarah

Dr. Shazra Hussain

Perwaiz Ahmed

Lecturer SBBU, SBA Nawabshah at ayazali@sbbusba.edu.pk

Associate Professor, Urdu Department, Sindh University, Jamshoro at Shazra.shar@usindh.edu.pk

Assistant Professor, Government Degree College, Kandiaro at Perwaiz333@gmail.com

Abstract

Razia Sajjad Zaheer and Ismat Chaghtai are both big names in Urdu literature. And has an important place. As much as they have gained popularity among people, most women have not been able to make their name and place alive and immortal in this way in literature. Razia Sajjad Zaheer was born in Ajmer on 15th October 1918. She was a member of Progressive movement and was a writer of a very high standard, etc. and succeeded in bringing her name to the front page in every genre. She was honored with the Sovietland Nehru Award and the Uttar Pradesh Sahitya Akademi Award. Razia Sajjad Zaheer died in Delhi on 18 December 1979. While Ismat Chaghtai was born on 21 August 1915 in Uttar Pradesh. Ismat Chaghtai is also a fiction writer and a novelist, biographer and an excellent cartoonist. His brother Mirza Azim Baig Chaghtai was also a good writer and was famous for comic writing. He died in 1991- at the age of 77. Ismat Chaghtai was a member of the progressive movement and received the Ghalib Award in 1948 and the Film fare Award in 1975. Both of them has served in all genres of literature. But we will review the sketching and writing of both.

Keywords: Razia Sajjad, Ismat Chughtai, Sketch writing, Progressive movement, fiction

رضیہ سجاد ظہیر اور عصمت چغتائی دونوں اردو ادب کا ایک بڑا نام ہیں اور ان کا ایک اہم مقام ہے۔ عوام میں جتنی مقبولیت انھیں حاصل ہوئی، زیادہ تر خواتین ادب میں اس طرح اپنا نام اور مقام زندہ و جاوید نہیں کر سکیں۔ رضیہ سجاد ظہیر 15 اکتوبر 1918ء میں اجیر پیدا ہوئیں۔ آپ انجمن ترقی پسند کی رکن تھیں اور بہت اعلیٰ پایہ کی مصنفہ تھیں۔ آپ سجاد ظہیر کی شریک حیات تھیں اور آپ نے ادب کی ہر صنف، ناول، افسانہ، سفر نامہ، رپورٹاژ اور خاکہ نگاری وغیرہ میں طبع آزمائی کی اور ہر صنف میں اپنا نام صفحہ اول پر لانے میں کامیاب رہیں۔ آپ کو سوویت لیٹرنر اور ایوارڈ اور اتر پردیش ساہتیہ اکادمی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ رضیہ سجاد ظہیر 18 دسمبر 1979ء میں اس جہان فانی سے کوچ کر گئیں۔ (۱)

عصمت چغتائی 21 اگست 1915ء میں اتر پردیش میں پیدا ہوئیں۔ عصمت چغتائی افسانہ نگار بھی ہیں اور ناول نگار، سوانح نگار اور بہترین خاکہ نگار بھی ہیں۔ آپ کے بھائی مرزا عظیم بیگ چغتائی بھی اچھے ادیب تھے اور مزاح نگاری میں بھی مشہور تھے۔ آپ نے 77 سال کی عمر میں 1991ء میں مالک حقیقی سے جا ملیں۔ عصمت چغتائی ترقی پسند

تحریک کی ممبر تھیں اور آپ کو ۱۹۳۸ء میں غالب ایوارڈ اور ۱۹۷۵ء میں فلم فیئر ایوارڈ ملا۔ (۲) یوں تو دونوں نے ہی ادب کی تمام اصناف میں خدمات انجام دی ہیں۔ لیکن ہم دونوں کی خاکہ نگاری کا جائزہ لیں گے۔

طوالت:

رضیہ سجاد ظہیر کے خاکے افسانوی طرز کے ہوتے ہیں ان کے خاکے اور افسانے میں زیادہ فرق نظر نہیں آتا بلکہ دونوں میں فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ آپ کے تحریر کیے ہوئے خاکے زیادہ تر مختصر ہوتے ہیں۔ جس کی مثال آپ کی خاکوں کے مجموعے "اللہ دے بندے لے" اور "اور زرد گلاب" میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس کے برعکس عصمت چغتائی کے خاکے طویل اور مفصل ہوتے ہیں۔ عصمت چغتائی ایک خاص انداز میں جزئیات اور تفصیل سے بھرپور طویل خاکے لکھتی ہیں۔ مثلاً دوزخی، مجاز، وغیرہ۔ عصمت چغتائی کے خاکے افسانوی طرز کے نہیں ہوتے بلکہ ایک خاص سوانح حیات سے مترادف ہوتے ہیں۔ جبکہ رضیہ سجاد ظہیر کے خاکے انوکھے، نایاب اور جامع ہیں جس میں کم الفاظ میں زیادہ بات کہی گئی اور ان کے خاکے یا خاکے نما افسانوں کے مجموعے نایاب، منفرد اور اچھوتے ہیں۔

شخصیت کا انتخاب:

عصمت چغتائی شخصیت کے انتخاب میں قربت داری کا خاص خیال رکھتی ہیں۔ جبکہ اس کے برعکس رضیہ سجاد ظہیر کے ہاں شخصیات کے انتخاب کا کیوس زیادہ وسیع ہے اس لیے ہمیں رضیہ سجاد ظہیر کے خاکوں میں دوستوں، عزیزوں کے علاوہ ایسی شخصیات کے خاکے بھی ملتے ہیں جن سے ان کی قربت داری یا تعلق تو نہیں تھا لیکن وہ ان کے ذات و کردار سے متاثر تھیں۔ عصمت چغتائی نے جن شخصیات کا انتخاب کیا وہ اردو ادب کے مشہور و معروف ادیب تھے یا پھر وہ شخصیات جو زندگی کے مختلف شعبہ جات میں اپنا خاص مقام رکھتے تھے۔ مثلاً عظیم بیگ چغتائی، سعادت حسن منٹو، اسرار الحق مجاز وغیرہ لیکن رضیہ سجاد ظہیر کے خاکے عام آدمی کے خاکے ہیں۔ ان کے خاکے کسی معروف و مقبول شخصیات کے ساتھ ساتھ عام اور غریب انسانوں کے خاکے بھی پیش کیے ہیں، جن میں کوئی چوڑی والی ہے یا کوئی غریب کام کرنے والا مزدور۔ عصمت چغتائی کے خاکے ہمیں زندگی کی تلخ حقیقت سے روشناس کراتے ہیں۔ جبکہ رضیہ سجاد ظہیر کے بہت سے خاکے تخیلاتی ہیں جن میں زندگی کے رنگ بناوٹی ہیں

شخصیت کے منفی پہلو کی عکاسی:

ترقی پسند تحریک کے ادیبوں میں سے عصمت چغتائی کا نام بہترین خاکہ نگاروں میں نمایاں ہے۔ آپ کا پہلا خاکہ دوزخی ہے جو انھوں نے اپنے بھائی عظیم بیگ چغتائی پر لکھا ہے۔ دوزخی عصمت چغتائی کا ہی نہیں بلکہ اردو ادب کا ایک شاہکار خاکہ ہے۔ اسے ہر لحاظ سے بہترین خاکوں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ یہ خاکہ انھوں نے اپنے ذاتی مشاہدے اور تجربات کی روشنی میں لکھا ہے۔ مگر اس خاکے سے ثابت ہوتا ہے کہ عصمت چغتائی مثبت کے ساتھ منفی پہلو بھی عیاں کرتی ہے۔ اپنے سگے بھائی کا خاکہ لکھتے ہوئے بھی جانبداری سے کام نہ لیا بلکہ اس کی ذات کے منفی پہلو بھی ظاہر کیے۔ زیادہ تر خاکہ نگار شخصیت کو ہیرو بنانے پر تلے رہتے ہیں اور اس کی ذات کے منفی پہلو یا اس کی منفی سوچ کے اہم حصوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

عصمت چغتائی رقم طراز ہیں:

"ایک ترکیب نکالی اور وہ فساد ہی بن گئے۔ جہاں چاہا دو آدمیوں کو لڑا دیا۔ اللہ نے دماغ دیا تھا اور اس پھر اس کے ساتھ بلا کا تخیل اور تیز زبان۔۔۔ چٹخارے لے لے کر کچھ ایسی ترکیبیں چلتے کہ جھگڑا ضرور ہوتا۔ بہن بھائی ماں باپ سب کو نفرت ہو گئی۔ اچھا خاصہ گھر میدان جنگ بن گیا اور سب مصیبتوں کے ذمہ دار خود۔۔۔ بس ساری خود پرستی کے جذبات مطمئن ہو گئے اور کمزور لاپچار ہر دم کاروگی تھیز کا ولین ہیرو بن گیا۔۔۔ اور کیا چاہیے۔ ساری کمزوریاں ہتھیار بن گئیں۔ زبان بد سے بدتر ہو گئی۔ دنیا میں ہر کوئی نفرت کرنے لگا۔ صورت سے جی متلانے لگا۔ ہنستے بولتے لوگوں کو دم بھر میں دشمن بنا لینا بائیں ہاتھ کا کام ہو گیا۔ لیکن مقصد یہ تو نہ تھا کہ واقعی دنیا انھیں چھوڑ دے۔" (۳)

اس کے برعکس رضیہ سجاد ظہیر اپنے خاکوں میں منتخب شخصیت کی تعریف ہی کرتی اور اس کی ذات کے مثبت پہلو اجاگر کرتی نظر آئیں۔ ان کا کسی خاکے کا مرکزی کردار محنتی ہے، کسی کا رحیم، کسی کا توکل و ایمان رکھنے والا، کوئی زندہ دل، کوئی قناعت پسند تو کوئی شکر گزار۔ انھوں نے بہت کم کسی کے منفی پہلوؤں پر کچھ کہا ہے۔ رضیہ سجاد ظہیر کے مطابق ہر شخص میں بہت سی خوبیاں ہوتی ہیں جن کے سامنے خامیاں مانند ہو جاتی ہیں اور خوبیاں خامیوں کی نسبت زیادہ قابل ذکر ہیں۔

رضیہ سجاد ظہیر لکھتی ہیں:

"میرا بے اختیار دل چاہا کہ اس کے نزدیک جاؤں اور آہستہ سے اس سے کہوں۔ بابولال تم واقعی بادشاہ ہو۔۔۔ بھلا بادشاہوں کو بھی یہ نیند کہاں میسر؟ یہ تو اسی کا حصہ ہے جس کے دل میں قناعت کا نور ہو، سر میں ہنر اور محنت کا غور، پھر وہ چاہے چھتھرے میں لپٹا ہو مگر وہ بادشاہ نہیں تو پھر کون بادشاہ ہے!" (۴)

لہجہ:

شخصیت کا خاکہ لکھتے ہوئے رضیہ سجاد ظہیر کا لہجہ، میٹھا، نرم اور لطیف ہے جبکہ عصمت چغتائی کے لہجے میں کہیں کہیں تلخی یا سختی پائی جاتی ہے۔ رضیہ سجاد ظہیر طنز و طعن سے پرہیز کرتی ہیں اور انتہائی شائستہ انداز میں خاکہ پیش کرتی ہیں۔ جبکہ عصمت چغتائی کہیں نرم اور شائستہ پائی گئیں تو کہیں ناراض، وہ غیر جانبداری سے لکھتی ہیں اور بے باک ہیں۔ جہاں ان کو لگتا کہ ان کی منتخب شخصیات کسی مقام پر کسی کمزوری یا خامی کا شکار ہے تو اس کمزوری یا خامی کا تذکرہ کرنا لازمی سمجھتی ہیں۔

خواجہ احمد عباس کے متعلق عصمت چغتائی لکھتی ہیں:

"اس ٹیڑھے نیڑھے انسان میں جملہ چھوٹی موٹی برائیوں کے ساتھ سب سے بھیانک برائی یہ ہے کہ وہ کبھی لائق شوہر نہ بن سکا اور نہ کچھ آثار نظر آتے ہیں۔ وہ ایک لاجواب دوست بن سکتا ہے، زنائے دار کہانیاں لکھ سکتا ہے۔ فی البدیہہ دھواں دار تقریریں جھاڑ سکتا ہے۔ جٹ جائے تو دنیا کا تختہ الٹ سکتا ہے۔ مگر اس میں کسی کا سرتاج من سلامت بننے کا بیج نہیں ہے۔ وہ کسی کا ہو کر رہنے کا قائل نہیں، خواہ وہ کوئی جذبہ ہو یا پارٹی، کوئی اصول ہو یا کوئی بت کا فرا اگر اس کا ضمیر کسی بندھن کے خلاف گواہی دیتا ہے تو اسے توڑ بھینکتا ہے۔ اسے کسی یقین یار و اج کی رسیوں میں جکڑنا ممکن ہی نہیں۔ وہ نہ کسی کو اپنی جاگیر سمجھتا ہے اور نہ کسی کی ملکیت بن کر جی سکتا ہے۔" (۵)

عصمت چغتائی نے اپنے سگے بھائی کا خاکہ لکھتے ہوئے بھی طنز آسے دوزخی کہہ کر پکارا جبکہ رضیہ سجاد ظہیر اپنی شخصیات کی عزت کرتی نظر آتی ہیں۔ عصمت کی زبان تلخ ہے اور لہجہ سرد ہے جبکہ رضیہ سجاد کا لہجہ نرم اور مہربان ہے۔

رضیہ سجاد ظہیر لکھتی ہیں:

"امی نے اپنی ساری ذمہ داریاں وہ بھی جو اصل میں ابا کے حصے میں آنی چاہیے تھیں بڑی ایمانداری اور سچائی سے نبھائیں۔ کبھی بھی کہیں بھی مشکل موڑ پر ہم چاروں بہنوں نے اپنے کو تنہا نہیں پایا۔ ہمیشہ امی کا وجود ڈھارس بندھانے اور ہمت دینے کے ساتھ ہوتا تھا۔" (۶)

عصمت بے باک لکھاری ہیں اور حقیقت پسند بھی۔ وہ حقائق لکھنے اور راز آشکارا کرنے میں دلچسپی رکھتی تھیں جبکہ رضیہ سجاد ظہیر اپنی شخصیت کے منفی راز چھپا جاتیں اور مثبت پہلو کی عکاسی کرتی تھیں۔ عصمت کا لہجہ طنزیہ تھا اور بے ادبی کا عنصر ان کے خاکوں میں بہت سے مقام پر عیاں ہوتا ہے جبکہ رضیہ سجاد ظہیر خاکہ لکھتے ہوئے ادب کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتی تھیں۔

اسلوب یا انداز بیان:

رضیہ سجاد ظہیر کے خاکوں کا اسلوب افسانوی ہے۔ وہ افسانوی طرز پر خاکے لکھتی ہیں ان کے افسانوں اور خاکوں میں فرق کرنا بے حد مشکل ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے خاکے بھی افسانوی مجموعوں کے ساتھ چھپے ہیں۔ وہ خاکے کو کہانی کی طرح بیان کرتی ہیں۔

رضیہ سجاد ظہیر رقم طراز ہیں:

"رئیس بھائی نویں جماعت میں اس اسکول میں پڑھتے تھے جس میں میرے ابا ہیڈ ماسٹر تھے۔ حساب ان کی خاص کمزوری تھی اور شام کو وہ کاپی کتاب لے کے ہمارے یہاں آجاتے اور میں اور وہ ایک ہی میز پر بیٹھ کر سوالات نکالتے، سوال نکالنے کے بعد باور میں اور میں رئیس بھائی میں کچھ اس طرح کی گفتگو ہوتی۔

"کیوں بھئی رئیس سوال نکال لیا؟ کیا جواب آیا؟"

"جی نکال لیا۔ منافع آیا۔ پندرہ فیصدی۔" (۷)

رضیہ سجاد ظہیر ایک اور مقام پر لکھتی ہیں:

"فخر روزے تیسوں رکھتا تھا، رمضان بھر جو کچھ ہو سکتا خیرات کرتا، مسجد میں آنے والوں کے لیے باہر کی لائٹن میں دوپہے روز کا تیل اپنے پاس سے ڈلو اتانا کہ راستے پر روشنی رہے اور لوگوں کو آنے جانے میں آسانی ہو۔۔۔ پر خود مسجد کے اندر نماز پڑھنے کبھی نہ جاتا۔۔۔ اور کاموں سے بچاس پھیرے مسجد کے کرتا۔" (۸)

عصمت چغتائی کا اسلوب سوانح حیات سے ملتا جلتا ہے وہ گہما پھر اکرات کرنے کے حق میں نہیں وہ سیدھی صاف بات کرتی ہیں تاکہ پڑھنے والے کو کوئی کنفیوژن نہ ہو اور اس کے سامنے شخصیت ایک تصویر کی شکل میں نمایاں ہو جائے وہ خاکہ لکھتے ہوئے خوبیاں، خامیاں سب بہت ایمانداری سے لکھتی تھیں اور خاکے کو ایک طویل سوانح حیات کی شکل میں تحریر کرتی تھیں۔ مگر اس سوانح کو لکھتے ہوئے افسانوی رنگ پیدا کرنا ان کا بھی خاصہ ہے۔ وہ بھی ایسے انداز میں خاکہ لکھتیں کہ پڑھنے والے کو ناول جیسا لطیف محسوس ہوتا۔ چھوٹے چھوٹے فقرے خاکے میں ایسا تجسس پیدا کرتے کہ پڑھنے والا مکمل پڑھے بغیر نہ رہ سکے۔

عصمت چغتائی رقم طراز ہیں:

مجاز کو جب میں نے دیکھا تو وہ نوجوان لڑکیوں میں ایسا مقبول تھا کہ بہت سی لڑکیاں اس کی رفیقہ بننے کے خواب دیکھا کرتی تھیں، مگر یہ کیا ہوا کہ مجاز ناشاد اور نامراد دنیا سے چل دیا۔ یہ کیوں ہے کہ لڑکیاں مجاز سے عشق کریں۔ مگر جب شادی کا وقت آئے تو وہ تجوریاں سے شادی کریں؟ سماج کے یہ حالات ایسے تھے جن سے مجاز لڑا، ایک لڑتا ہے اور سینکڑوں کی ہمت بڑھتی ہے، اگر وہ چاہتا تو اچھی نوکری کرتا، خوبصورت لڑکی سے شادی کرتا اور آرام کی زندگی گزارتا۔ مجاز سے اور ان کے گھر سے میرے ایسے تعلقات تھے جو خون کے رشتے سے زیادہ قریب تھے۔ میں نے اکثر مجاز کو اس کی بعض عادتوں پر ڈانٹا اور کبھی یہ بھی غصے میں کہا "اس سے بہتر ہے کہ مجاز تم مر جاتے۔۔۔" مجاز نے جیسے میرے منہ پر طمانچہ مار دای اور کہا۔۔۔ تو میں مر گیا۔۔۔ تم اس کو بڑا کام سمجھتی تھیں۔" (۹)

عصمت کے خاکوں کی زبان نہایت سادہ، دلکش اور دل میں اتر جانے والی ہے، ان کے اسلوب و بیان میں نغمگی اور اچھوتا پن پایا جاتا ہے۔ اسلوب بیان کی ندرت اور ان کے مخصوص طنزیہ لہجے کی وجہ سے اس کی دلکشی اور دلچسپی میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

عصمت منٹو کی موت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

"منٹو ہی نہیں عرصہ ہوا میرے اور منٹو کے درمیان بہت کچھ مرچکا تھا۔ آج صرف ایک سکس زندہ ہے۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ کس بات کی سکک ہے؟ کیا اس بات کی ندامت ہے کہ وہ مرچکا اور میں زندہ ہوں؟ یہ میرے سینے پر پھر قرض جیسا بوجھ کیوں ہے۔ مجھے تو منٹو کا کوئی قرضہ یاد نہیں اور اس کا قرضہ بھی کیا تھا، یہی ناکہ اس نے مجھے بہن کہا تھا۔ مگر بہنیں تو گھری بھائیوں کو دم توڑتا دیکھتی ہیں اور کچھ نہیں کہتیں۔۔۔ نہ جانے دل کیوں کہتا ہے کہ منٹو کی اس جواں مرگی میں میرا بھی ہاتھ ہے۔" (۱۰)

فن اور شخصیت دونوں ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں جب فن میں نکھار آجائے تو شخصیت خود بخود نکھر جائے گی، میدان چاہے افسانہ نگاری کا ہو یا ناول نگاری کا، ڈرامہ نگاری کا فن ہو یا خہ نگاری کا ادب کے متقاضی آداب و قاعد کو ملحوظ خاطر رکھ کر فن کی تعمیر کرنا اچھے ادیب کا ہنر ہے جو عصمت اور رضیہ دونوں نے بخوبی انجام دیا ہے اور صنف کوئی بھی ہو دونوں نے عصر حاضر کے سماجی شعور کی عکاسی کرنے کی خوب کوشش کی ہے۔ اور ان دونوں کے خاکوں کا اسلوب قابل تحسین اور بہترین مثالوں میں سے ہیں۔

حلیہ نگاری:

شخصیت کی تصویر کشی کے لئے ظاہری مشاہدے سے زیادہ دروں بینی اور انسانی نفسیات کے فہم و ادراک کو سمجھنے کی ضرورت ہے اور عصمت چغتائی اس میں پوری طرح کامیاب ہیں وہ زندگی کہ ہر پہلو میں سے فریب کا پردہ اٹھا کر حقیقت کو نمایاں کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ انھوں نے اپنے تمام خاکوں میں اپنے موضوع کی خوبیاں اور خامیاں بے کم و کاست بیان کر دی ہیں۔ انھوں نے اپنی شخصیات کی جو تصویر کھینچی ہے وہ مکمل ہے اور ذہن پر اپنا ایک مجموعی تاثر چھوڑتی ہے۔

عصمت کی حلیہ نگاری کی مثال ملاحظہ فرمائیں:

"مجاز کچھ نازک قسم کے پودوں کی طرح ہیں کہ کھلے باغ میں تازی ہوا، صاف پانی ملے تو بہاری بہار اور جو حماقت سے ہتوڑ بھٹ کٹی کے بیچ میں دامن الجھ جائیں تو سوکھ ساکھ ٹھونڈ، اور پھر سنا کہ مجاز کے دماغ میں کچھ کیڑے ریگنے لگتے ہیں۔ پھر وہ کیڑے بڑھ کر مگر مجھ بن گئے اور ماشاء اللہ ناک نقشہ کے حساب سے ہاتھ پیر بھی ہیں پر بال جی بھر کے ملے ہیں جن کے ایک کنارے پر کسی زمانے میں سفید کھدر کی ایک ٹوپی اس طرح معلق رہا کرتی تھی کہ ہر وقت یہی معلوم ہوتا تھا کہ اب گری اور اب گری۔" (۱۱)

چراغ روشن عصمت چغتائی کا تحریر کردہ بہترین خاکہ ہے، اس خاکے میں انھوں نے کرشن چندر کی تصویر پیش کی ہے۔ کرشن چندر عصمت کے ایک پیارے دوست کی حیثیت رکھتے تھے اس لئے دونوں کے درمیان کوئی تکلف نہیں تھا۔ عصمت نے اس خاکے میں کرشن چندر کا جس طرح حلیہ بیان کیا اور ادب کی دنیا میں حلیہ نگاری کی بہت ہی عمدہ مثال ہے انھوں نے کرشن چندر کا حلیہ اس انداز سے بیان کیا کہ قاری کے سامنے ان کی تصویر نمایاں ہو جاتی ہے اور وہ بن دیکھے بھی ان کی شخصیت کو دیکھنے لگ جاتا ہے۔

عصمت چغتائی لکھتی ہیں:

"کرشن کو یوں سامنے جیتا جاتا دیکھ کر دل میں سنناہٹ سی ہونے لگی۔ وہ اس وقت سی گرین سوٹ اور سرخ ٹائی میں بے طرح بچ رہے تھے۔ چھوٹے قد کے باوجود خاصے ہینڈ سم لگ رہے تھے۔ تب ان کے سر پر پورے گھنے بال تھے۔ اس کے بعد میں نے انھیں کبھی یوں سجا بنا نہیں دیکھا۔ جب بمبئی میں دوسری بار ملاقات ہوئی تھی تو وہ گنجنے ہونا شروع ہو گئے تھے۔ ملگبی سی قمیض اور یوں ہی سی پتلون میں کچھ کھوئے ہوئے سے اکتائے ہوئے بیٹھے تھے۔" (۱۲)

رضیہ سجاد ظہیر بھی حلیہ بیان کرنے کی ماہر تھیں۔ حلیہ نگاری ایسے کرتیں کہ قاری کے سامنے کردار کی ہو بہو تصویر آ جاتی۔ خاکہ نگار حلیہ صحیح سے بیان نہ کر سکے تو خاک خاک خاک ہوگا۔ خاکہ نگار کو کردار کا حلیہ اور خوبیاں و خامیاں بیان کرنے میں دشواری کا سامنا نہیں ہونا چاہیے وہ جس کا خاکہ لکھے اس کی شخصیت و کردار میں قاری کو کنفیوژن نہ ہو وہ اس کردار کو اپنے سامنے چلتا پھرتا اٹھتا بیٹھتا محسوس کرے اور یہ جان سکے کہ جس کا خاکہ پڑھا ہے وہ شخص دیکھنے میں کیسا تھا اور تفکر و تدبر میں کیسا رہا۔ اور رضیہ سجاد ظہیر نے یہ تمام تقاضے پورے کر کے بہترین خاکہ نگار ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

رضیہ سجاد ظہیر لکھتی ہیں:

"میں نہیں کہہ سکتی جوانی میں ان کی شکل کیسی رہی ہوگی، مگر بڑھاپے میں بھی ان کا رنگ ایسا تھا جیسے چندن، دھوپ میں بیٹھتیں تو گلابی ہو جاتا اور ایک دوسرا بیڑا پان کا کھا لیتیں تو گلے میں سرخی سی جھلکتی نظر آتی۔۔۔ چھوٹا سا قد تھا، بہت ہی دبلا پتلا اور نازک جسم، چوڑی دار پا جامہ پہنتیں تھیں، اونچا سا کرتا اور موٹی لمبل کا دوپٹہ جو ہمیشہ سفید ہوتا تھا۔" (۱۳)

ایک اور خاکہ میں رضیہ سجاد ظہیر اس طرح حلیہ بیان کرتی ہیں:

"ان سکھ بی بی کو دیکھ کر صفیہ حیران رہ گئی تھی، کس قدر وہ اس کی اماں مرحومہ سے ملتی تھیں، وہی بھاری بھر کم جسم، چھوٹی موٹی چمکدار آنکھیں جن میں نیکی محبت اور رحم دلی کی روشنیاں جگمگایا کرتی تھیں۔ شفاف، چمکا چہرہ جیسے کوئی کھلی ہوئی مقدس کتاب اور ویسا ہی سفید، باریک لمبل کا دوپٹہ جیسا اس کی اماں اوڑھ کر محرم کی مجلسوں میں جایا کرتی تھیں

- (۱۴)

حلیہ نگاری میں عصمت اور رضیہ کا بہت کڑا مقابلہ ہے۔ دونوں ہی ایک سے بڑھ کر ایک ہیں اور حلیہ میں ایسے الفاظ بیان کرتی ہیں کہ قاری خود کردار میں دلچسپی لیتا ہے اور اکثر قاری کو محسوس ہونے لگتا ہے کہ ایسا ہی حلیہ والا فرد جو اس کے پاس ہے اس کی کہانی ہے۔ حلیہ صاف، واضح اور مبہم بیان کیا ہے دونوں نے ہر خاکے میں حلیہ بیان کرنا ضروری سمجھا جو اچھے خاکے نگاروں کی پہچان ہے۔

کردار نگاری:

اگر عصمت اور رضیہ سجاد ظہیر کے کردار کو دیکھا جائے تو عصمت کردار نگاری میں غیر جانبدار ہے اور زیر تصنیف شخصیت کے کردار کی خوبیوں کے ساتھ خامیاں بھی بے کم و کاست بیان کرتی ہیں اور اپنے خواہر نہ جذبات کے باوجود بھی اپنے کرداروں کی بدمزاجی، چالاک اور اخلاقی عیوب سے پردہ اٹھاتی ہیں۔ عصمت حقیقت پسند تھی انھوں نے شخصیت کی عظمت کو بیان کرنا جہاں ضروری سمجھا وہاں اس کے کرداروں کی شراب نوشی، تکبر، بے پروائی اور خود غرضی جیسے حقائق سے بھی پردہ اٹھایا اور وہ انکشاف کیے جو اکثر خاکے نگار کرنا پسند نہیں کرتے اور چھپا جاتے ہیں۔ جیسے آپ نے اپنے بھائی عظیم بیگ چغتائی کا شاطرائی ذہن اور دوسروں سے ان کا بغض اور ان کا شیطانی رویہ بیان کیا ویسے آپ نے منٹو کا تکبر، شراب نوشی اور خود پرستی کے ساتھ ساتھ حسن پرستی کو بھی دنیا سے نہ چھپایا۔ ویسے ہی مجاز کے کردار میں یاسیت اور مایوسی کو عنصر کو پا کر اسے تحریر کرنا لازم سمجھا۔ جس طرح انھوں نے مجاز کے کردار کو بیان کرنا یہ خاکے نگاری میں کردار نگاری کی بہت عمدہ اور بہترین مثال ہے۔

عصمت تحریر کرتی ہیں:

"مجاز کی زندگی کی طرح ان کی صورت شکل بھی کچھ الجھی الجھی سی ہے۔ لفظوں میں نقش و نگار کا ڈھالنا اتنا ہی مشکل ہے جتنا ہوا میں دائرے کھینچنے کی کوشش کرنا۔ تاثرات کے چرے پت وہ ہما ہی ہے کہ نقش و نگار کچھ سے کچھ بن کر رہ گئے ہیں۔ آنکھیں تو ہیں مگر اندازہ لگانا مشکل ہے کہ ان کی تہہ میں کیا ڈوبا ہوا ہے۔ ایک مبہم سی یاس و نامیدی، مگر ساتھ ساتھ کچھ بنانے کا ارمان، کچھ ڈھانے کا حوصلہ، کچھ الجھنیں اور پریشانیوں جو آج کل کے ہر نوجوان کا آبائی حق بن کر چمٹ گئی ہے اور ایک ناک جو ستوں کی حدوں سے کسب کی گزر چکی ہے، جس کی ہڈی شاید بڑھ رہی ہے، اور چہرہ چھوٹا پڑتا جا رہا ہے اور نہایت ڈر پوک قسم قسم کا سہا ہوا ہانہ جو اپنے مالک کے جذباتی ہونے کا علمبردار ہے۔ مجاز عجب قسم کا بزدل ہے ویسے تو قلم کے بل بوتے پر وہ خون کی آندھیاں چلو سکتا ہے۔ طوفان لاسکتا ہے۔ لیکن اگر آپ اس کے سامنے ایک مٹی سی چوہیا کی ٹانگ میں ڈور باندھ کر کھردری سڑک پر گھسیٹیں تو وہ رو پڑے گا۔" (۱۵)

رضیہ سجاد ظہیر بھی کردار نگاری میں اپنی مثال آپ ہیں ان کے خاکے کے کردار عام اور سادہ ہیں لہذا وہ بہت ہی سادہ زبان میں شخصیت کے کردار کو واضح کرتی ہیں۔ ان کے کردار مثبت ہیں اور وہ خود منفیت سے زیادہ مثبت لکھنے کی کوشش کرتی ہیں اور اپنے کرداروں کے جذبات و احساسات کی قدر کرتی اور ان کو سمجھنے خوب کوشش کرتی ہیں۔

اقتباس ملاحظہ کریں:

"فاخری داوی بڑی جلالی سیدانی تھیں، گھر کے ہر فرد کی بڑی اور بزرگ ۹۰ سے زیادہ تو ان کی عمر تھی لہذا ان کو سب کے حالات بھی معلوم تھے۔۔ ہر ایک کی ماں کا مہر اور اس مہر پر جو جھگڑا ہوا تھا، ہر ایک کے باپ چچا کی ڈالی ہوئی دھوبن یا تیلن، سب کی ہڈی کی عمدگی یا قی۔۔ ان کو غصہ چڑھتا تھا تو وہ سات پشت توم کے دھردیتی تھیں۔ ظاہر ہے ان کی چائے میں کون اڑچین لگا کے اپنی سات پشتیں تو مواتا۔۔ ماموں، بڑ بڑاتے بیڑ پٹختے باہر چلے جاتے۔" (۱۶)

حاصل بحث:

ان تمام اقتباسات کے پیش نظر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جتنی محنت رضیہ سجاد ظہیر کے خاکوں میں موجود ہے اتنی ہی محنت عصمت چغتائی نے بھی کی ہے۔ دونوں کے خاکے لطیف اور معلومات سے بھرپور ہیں اور دونوں شخصیات خاکے نگاروں کی فہرست میں اعلیٰ مقام رکھتی ہیں۔ ان کی خدمات کو کسی صورت بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اگر اصولاً دیکھا جائے تو بہت سامنی پن اور روڈنس یا گستاخانہ لہجے ہونے کے باوجود عصمت چغتائی کے خاکے خاکے نگاری کے اصولوں پر پورے اترتے نظر آتے ہیں۔ رضیہ سجاد ظہیر کے

خاکے افساے سے مشابہ ہیں جنہیں خاکے کی طرز پر نہیں لکھا گیا اس وجہ سے وہ ایک مکمل خاکے کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے بلکہ افسانے کی ہی ہئیت رکھتے ہیں اور تشنگی رکھتے ہیں لیکن ان کے خاکوں میں منفیت یا گستاخیاں موجود نہیں۔ عصمت کے خاکے فن نگاری کا احاطہ کرتے ہوئے زندگی کے ہر پہلو کو عیاں کرتی ہیں۔ جب کہ رضیہ سجاد ظہیر کے خاکے زندگی کا کوئی بھی ایک پہلو واضح کرتے ہیں جو کہ خاکہ نگاری کے اصول کے برعکس ہے کیونکہ خاکہ لکھتے ہوئے کوشش کرنی چاہیے کہ مکمل شخصیت اور حالات کا عکس قاری کے سامنے ہو اور قاری کو اس فرد کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم ہو۔

رضیہ سجاد کو بھلے ہی تنقید کا سامنا ہو لیکن وہ خاکہ نگاری میں اپنا نام اور مقام بنانے میں ناکام نہ ہوئیں بلکہ ان کا نام ہنر و فن کی مہارت کی بنا پر سنہرے حروف میں لکھا گیا ہے۔ عصمت اور رضیہ دونوں ہی عظیم خواتین ہیں جو ادب کی خدمات کے لیے پیش پیش رہیں اور انہیں بہت سراہا گیا اور ہمیشہ سراہا جاتا رہے گا کیونکہ دونوں کی خدمات قابل تحسین ہیں۔

حوالہ جات

- ۱۔ رضیہ سلطانہ، رضیہ سجاد ظہیر حیات اور کارنامے، (لکھنؤ: خواجہ معین الدین چشتی یونیورسٹی)، ص ۴۲
- ۲۔ عصمت چغتائی عرف لیڈی چنگیز خاں، پروفیسر علی احمد فاطمی، ایوان اردو، ۲۰۱۵ء، ص ۱۲
- ۳۔ عصمت چغتائی، دوزخ، مشمولہ، چوٹیس، (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۸۲ء)، ص ۱۶۲
- ۴۔ رضیہ سجاد ظہیر، بادشاہ، مشمولہ، اللہ دے بندے لے، (نئی دہلی، سیما پبلیکیشنز، ۱۹۸۳ء)، ص ۳۲
- ۵۔ عصمت چغتائی، خاکہ "خواجہ احمد عباس"، ص ۱۸۷
- ۶۔ رضیہ سجاد ظہیر، بادشاہ، مشمولہ، اللہ دے بندے لے، ص ۲۶
- ۷۔ رضیہ سجاد ظہیر، رئیس بھائی، مشمولہ، اللہ دے بندے لے، ص ۱۰۲
- ۸۔ رضیہ سجاد ظہیر، اللہ دے بندہ لے، مشمولہ۔ اللہ دے بندہ لے، ص ۱۳۲
- ۹۔ عصمت چغتائی، عشق مجازی، مشمولہ مجاز نمبر، (دہلی: مطبوعہ شاہراہ، ۱۹۸۶ء)، ص ۷۳
- ۱۰۔ عصمت چغتائی، منٹو میرا دوست میرا دشمن، (لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، ۲۰۱۲ء)، ص ۳۰
- ۱۱۔ عصمت چغتائی، اسرار الحق مجاز، ص ۳۵
- ۱۲۔ عصمت چغتائی، چراغ روشن، مشمولہ، آدھی عورت آدھا خواب، (دہلی: بیسویں صدی پبلیکیشنز، ۱۹۸۶ء)، ص ۱۱۰
- ۱۳۔ رضیہ سجاد ظہیر، لنگڑی ممانی، مشمولہ، زرد گلاب، (نئی دہلی: سیما پبلیکیشنز، ۱۹۸۱ء)، ص ۶۷
- ۱۴۔ رضیہ سجاد ظہیر، نمک، مشمولہ، زرد گلاب، ص ۴۳
- ۱۵۔ عصمت چغتائی، اسرار الحق مجاز نمبر ادب کے معمار، (ممبئی: کتب پبلشرز لمیٹڈ، ۱۹۳۸ء)، ص ۱۷۷-۱۸
- ۱۶۔ رضیہ سجاد ظہیر، اللہ دے بندہ لے، مشمولہ، اللہ دے بندہ لے، ص ۱۳۳